نقد و تبصرہ

عہد نبوی میں نظام حکمرانی

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

اُردو اکیڈمی سندھ۔ کراچی

سال اشاعت ———— ۱۹۸۱ء

صفحات ———— ۲۹۸ + ۵۳

قیمت مجلد ———— ۴۵ روپے

سیرت کے حوالہ سے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو عوام و خواص میں شہرت و مقبولیت حاصل ہے۔ انہوں نے نہ صرف اُردو داں طبقوں کے لئے سیرت کے موضوع پر مستند مواد کا معتد بہ ذخیرہ فراہم کیا ہے بلکہ دنیا کی بعض دوسری اہم زبانوں کو بھی ادب سیرت سے مالا مال کیا ہے۔ یہ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے جو نظرثانی اور اضافہ کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک محقق اسکالر ہیں، تلاش و تحقیق جن کا پیشہ نہیں اوڑھنا بچھونا ہے۔ اور یہ میدان اتنا وسیع ہے کہ کسی مقام پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حرف آخر ہے اور اب اس پر اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی اس کتاب کے تینوں ایڈیشن جن اصحاب کی نظر سے گزرے ہیں انہوں نے اندازہ لگایا ہوگا کہ تحقیق کی دنیا میں ایک راہرو کو کس طرح خود ہی اپنا راہبر بھی بننا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی وسعت مطالعہ اور وسعت نظر کی شہادت ان کی تصانیف اور مقالات سے ملتی ہے۔ اور انسان ان کو پڑھنے کے بعد ان کے علم و فضل کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن ایک بات جس کا احساس مجھے کتاب کے مطالعہ سے ہوا اور اس میں ڈاکٹر صاحب منفرد نہیں بلکہ یہ آج کل کا ایک عام رجحان ہے کہ اُس دور ہمایوں کی باتوں کو بلاوجہ آج کل کی مروجہ اصطلاحات میں بیان کرنے کی کوشش

کی جاتی ہے۔ اس سے ایک ناواقف شخص اس دور کی باتوں کے متعلق غلط تصور قائم کرکے غلط تاثر لے سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ اس دور خیر القرون کا تقدس پامال ہوتا ہے بلکہ تصویر مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ پوری کتاب اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ چونکہ یہ اصطلاحات آج کل کے ماحول میں اپنا ایک خاص پس منظر رکھتی ہیں جو اس دور کے پس منظر سے نہ صرف مختلف بلکہ متضاد ہے اس لئے ان سے احتراز کرنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر لفظ سیاست آج کل جس مفہوم میں مستعمل ہے اس کے پیش نظر ہمیں اس لفظ کو اس عہد فرخ فال کے ذکر و بیان کے سلسلے میں آزادانہ استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی طرح آج کل استعمال ہونے والی بہت سی دوسری اصطلاحات بھی ہیں جن میں ذم کا پہلو نمایاں ہے۔ اگر ہم ان کی مناسب تشریح کے بغیر ان کو عہد رسالت کے حالات و واقعات پر منطبق کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک عام قاری انہیں بھی آج کل کے حالات و واقعات ہی کی طرح سمجھے گا اور اس سے دین اور اس کے متعلقات کے امتیازی اوصاف کے بارے میں لوگوں کے تصورات مسخ ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آج کل کی اصطلاحات یا مروجہ الفاظ کا سہارا لینے کی بجائے سیدھے سادے الفاظ میں باتیں بیان کر دی جائیں اور ضرورت ہو تو اس وقت کی اصطلاحات استعمال کی جائیں۔ وہ اصطلاحات اگر زیادہ نامانوس ہوں تو ان کی وضاحت کر دی جائے۔ ساتھ ہی اس وقت کی اصطلاحات اور آج کل کی متبادل اصطلاحات کے معنوی فرق کو بھی بیان کر دیا جائے۔ اس امر کا التزام اردو اور عربی وغیرہ سے زیادہ انگریزی اور دیگر یورپین زبانوں میں ہونا چاہیئے اس لئے کہ ان میں ضرر کا اندیشہ اور بھی زیادہ ہے۔

ذیل میں اس قبیل کے چند تسامحات کی نشاندہی کی جاتی ہے :۔

زکوٰۃ کے لئے محصول (ص ۱۴)

دور نبوت اور خلافت علی منہاج النبوت کی اجتماعی ہیئت کے لئے حکمرانی اور اس سے بھی آگے بڑھ کر شہنشاہیت جیسے الفاظ کا استعمال علی الاطلاق نہیں معلوم کس ضرورت کے تحت کیا گیا ہے۔ (ص ۱۸)

"اسلامی فوجیں اسپین میں گھس چکی تھیں" (ص ۱۹)

گھس چکی تھیں کی بجائے داخل ہو چکی تھیں یا پہنچ چکی تھیں ہوتا تو کیا مضائقہ تھا۔

رومی ایرانی اور حبشی تین ہمعصر شاہنشاہیتوں کے ساتھ مکہ یا مدینہ کی "اسلامی شاہنشاہیت" کا ذکر کتنی انمل اور بے جوڑ سی بات ہے (ص ۱۹)

دور نبوت ہی سے متعلق ایک جملہ ہے۔ "انہیں یمن کے اہم صوبے کا علی الترتیب گورنر اور انسپکٹر جنرل تعلیم بنایا گیا"۔ (ص ۲۹۴)

یہ محض چند مثالیں ہیں۔ پوری کتاب کا انداز تقریباً یہی ہے۔ زبان کے لحاظ سے بھی کتاب کا معیار زیادہ بلند نہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں :۔

"باحترام" بجائے "لائق احترام یا واجب الاحترام"

"زمین گیر" بجائے "عالمگیر ہمہ گیر یا عالمی"

"ضرورت مسلم کرلی ہے" بجائے "ضرورت تسلیم کرلی ہے"

(شرف الدین اصلاحی)